خطبہ جمعہ

مومن کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ کبھی بے خوف نہ ہو اور ہر وقت توبہ واستغفار کرتا رہے

جو لوگ اپنے ایمانوں کو ظلم کے ساتھ نہ ملادیں گے وہ امن میں رہیں گے

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْمُؤْمِن کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ یکم فروری ۲۰۰۲ء بمطابق یکم تبلیغ ۱۳۸۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

گزشتہ سال کے آخری خطبہ جمعہ میں صفت مومن کا مضمون جاری تھا اور پھر بعض دیگر وجوہات کی بناپر رازق اور رزّاق کا مضمون شروع ہوگیا۔ آج کے خطبہ میں بھی مومن ہی کے مضمون کا اعادہ کیا جارہا ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۸۴: ﴿وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ. وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾۔ اور جب بھی ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی بات آئے تو وہ اُسے مشتہر کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اسے (پھیلانے کی بجائے) رسول کی طرف یا اپنے میں سے کسی صاحبِ امر کے سامنے پیش کر دیتے تو ان میں سے جو اُس سے استنباط کرتے وہ ضرور اُس (کی حقیقت) کو جان لیتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتے تو تم چند ایک کے سوا ضرور شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔

اس ضمن میں مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث ہے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل اپنے مؤمن بندے کو دنیا (کی حرص و ہوا) سے اس طرح بچاتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے مریض کو ایسے کھانے یا مشروب سے بچاتا ہے جس سے اس کی صحت کو خطرہ ہو۔ (مسند احمد بن حنبل. باقی مسند الانصار)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری. کتاب الایمان)

یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تفسیر میں سے ہے۔ ”اور جب آتی ہے کوئی بات ان کے پاس امن کی یا خوف کی اس کو پھیلا دیتے ہیں اور اچھا ہوتا اگر لے جاتے اس کو رسول کے پاس یا اپنے میں سے ان لوگوں کے پاس جو بات سے بات نکالتے ہیں اور اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے مطیع ہو جاتے۔ (حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۴۷)۔ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ یہ محاورہ عرب ہے اس کے معنے ہوا کرتے ہیں سب کے سب یعنی جس قدر ہوں“۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں: ”وعدہ و وعید کی پیشگوئیاں قرآن میں ہیں عین مطابق واقع ہوئی ہیں۔ ﴿اِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ﴾ قرآن اس طریق کو منع کرتا ہے کہ ہر ایک امن یا خوف کی بات کو سوائے عظیم الشان انسان کے کسی اور تک پہنچایا جائے مسلمان جیسے معاشرت سے ناواقف ہیں ایسے ہی امن کی راہ سے“۔

(حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۴۷)

سورۃ الانعام ۸۳: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ذریعے مشکوک نہیں بنایا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں امن نصیب ہوگا اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

مومن بمعنی امن دینے والا اور امن پانے والا دونوں معنے ہیں مومن کے۔

حضرت ابو بُردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ پھر ہم نے کہا چلو ہم بیٹھے رہیں تاکہ نماز عشاء بھی آپؐ کے ساتھ ادا کریں۔ چنانچہ ہم بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم ابھی تک یہیں ہو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے آپؐ کے ساتھ مغرب ادا کی تھی۔ پھر ہم نے کہا چلو ہم بیٹھے رہیں تاکہ نماز عشاء بھی آپ کے ساتھ ادا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: آپ لوگوں نے بہت اچھا اور درست کیا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، اور آپؐ اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بکثرت اٹھایا کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ستارے، آسمان کے لئے امن کا موجب ہیں۔ پھر جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ آفت آئے گی جس سے اس کو ڈرایا جاتا ہے۔ اور مَیں اپنے صحابہ کے لئے امن کا موجب ہوں۔ پھر جب مَیں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ مصیبت آئے گی جس سے اُنہیں ڈرایا جاتا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امّت کے لئے امن کا موجب ہیں اور جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امّت پر وہ مصائب آئیں گے جن سے اُنہیں ڈرایا جاتا ہے۔

(مسلم. کتاب فضائل الصحابہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے طیب کھایا اور سنت کے اندر اندر عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے امن میں رہے، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اس قسم کے اشخاص تو آجکل کے لوگوں میں بہت پائے جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرے بعد بھی چند صدیوں تک ایسے لوگ پائے جائیں گے۔

(ترمذی. کتاب صفۃالقیامۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالی، مَیں نے اپنے والدین کو مسلمان ہی پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں حضورؐ صبح یا شام ہمارے گھر نہ آتے ہوں۔ جب مسلمانوں کا ابتلاء بڑھ گیا اور کفار نے مظالم کی حد کر دی تو حضرت ابو بکرؓ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب آپؓ بَرْكُ الْغِمَاد کے مقام پر پہنچے تو آپؓ کو ابنِ دَغِنہ ملا، جو قارہ قبیلے کا سردار تھا۔ اُس نے کہا: اے ابو بکر! آپ کہاں جاتے ہیں؟ ابو بکرؓ نے کہا: مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ ابنِ دَغِنہ نے کہا: اے ابو بکر! تیرے جیسے کو نہ شہر سے نکلنا چاہئے، نہ نکالا جانا چاہئے، تُو مٹی ہوئی نیکیوں کو کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، گرے پڑوں کو اٹھاتا ہے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے، قوم کی سچی ضرورتوں میں مدد کرنے پر آمادہ رہتا ہے، مَیں تجھے امان دیتا ہوں، اپنے شہر واپس چلو اور اللہ کی عبادت کرو (آپ کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا)۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آگئے۔ ابن دغنہ بھی آپؓ کے ساتھ آیا۔ شام کے وقت اُس نے قریش کے معزز لوگوں سے کہا: ابو بکر جیسے (نافع الناس) شخص کو نہ نکلنا چاہئے اور نہ نکالنا چاہئے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو مٹی ہوئی نیکیوں کو زندہ کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، گرے پڑوں کو اٹھاتا ہے (یعنی بے سہاروں کا سہارا

ہے)اور مہمانوں کی میزبانی کرتا ہے اور قوم کی حقیقی ضرورتوں میں مدد کے لئے آمادہ رہتا ہے۔ قریش نے ابن دغنہ کی ان باتوں کو نہ جھٹلایا اور اُس کی طرف سے دی گئی امان کو قبول کر لیا۔ البتہ یہ کہا کہ ابوبکر کو کہیں کہ اپنے گھر میں ہی اللہ کی عبادت کریں، وہاں ہی نماز پڑھیں اور قرآن کریم کی تلاوت کریں، لوگوں کے سامنے ایسا کر کے ہمیں تکلیف نہ دیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متأثر ہوں گے اور فتنہ میں پڑیں گے۔

چنانچہ ابنِ دَغِنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر یہ باتیں کہہ دیں۔ ان شرائط کی پابندی کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں ہی اللہ کی عبادت کرتے اور لوگوں کے سامنے نماز نہ پڑھتے، نہ تلاوت کرتے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے لگے۔ اس وجہ سے مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا آپؓ کے پاس ہجوم ہونے لگا۔ اس بات سے قریش کے سردار گھبرا گئے اور انہوں نے ابنِ دَغِنہ کو کہا کہ آپ اسے منع کریں، اگر وہ اپنے ربّ کی عبادت کو اپنے گھر کے اندر تک محدود رکھنا مان لیں تو ٹھیک، ورنہ اُنہیں کہیں کہ وہ آپ کی امان آپ کو واپس لوٹا دیں کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم آپ کی طرف سے دی ہوئی امان کی بے حرمتی کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابنِ دَغِنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا: آپ کو علم ہے کہ مَیں نے کن شرائط پر آپ کو امان دی تھی، یا تو آپ اُن پر قائم رہئے یا پھر میری امان واپس کر دیجئے کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ عرب یہ سنیں کہ میری دی ہوئی امان کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا: مَیں آپ کی امان آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی امان پر راضی اور خوش ہوں۔ (بخاری۔ باب ھجرۃ النبیﷺ الی المدینۃ)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کا تفصیل سے جو ذکر فرمایا ہے اس میں ابنِ شہاب کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ سراقہ کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن مالک نے اپنے باپ اور اُس نے اپنے بھائی سراقہ سے سُن کر ابنِ شہاب کو یہ بتایا کہ قریش نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو مارنے والے یا زندہ پکڑ کر لانے والے کے لئے سو سو اونٹ کی دیت مقرر کی۔ ایک دن سراقہ اپنی قوم کے لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے سراقہ! مَیں نے ابھی سمندری ساحل کے قریب کچھ لوگ چلتے ہوئے دیکھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور اُن کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کا بیان ہے کہ مَیں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہیں لیکن اُس آدمی کو ٹالنے کے لئے مَیں نے کہا: نہیں، یہ وہ نہیں ہو سکتے، تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا جو ابھی ہمارے سامنے سے گزر کر گئے ہیں......۔

سراقہ کا بیان ہے کہ کچھ دیر تو مَیں اس مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر مَیں چپکے سے وہاں سے اُٹھا اور آپؐ کے تعاقب میں چل پڑا۔ جب مَیں آنحضرت ﷺ کے قافلہ کے قریب پہنچا تو میری گھوڑی پھسلی اور مَیں اس سے آگے جا گرا۔ مَیں جلدی سے اٹھا، اپنی ترکش کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس سے فال کا تیر نکال کر یہ فال لیا کہ آیا مَیں ان لوگوں کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ لیکن تیر وہ نکلا جسے مَیں پسند نہیں کرتا تھا۔ بہرحال مَیں گھوڑی پر پھر سوار ہو گیا اور تیر کی بات نہ مانی۔ گھوڑی نے مجھے قافلہ کے اتنا قریب کر دیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ حضورؐ تو مُڑ کر نہ دیکھتے تھے لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مُڑ کر میری طرف دیکھتے جاتے تھے۔ اسی اثناء میں میری گھوڑی کے دونوں اگلے پاؤں زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ مَیں اس سے تیزی سے اُتر آیا، اسے بہت جھڑکا۔ وہ اُٹھی اور اپنے پاؤں نکالنے کی کوشش کی۔ جب وہ سیدھی کھڑی ہو گئی تو اُس کے پاؤں زمین سے نکلنے کی وجہ سے ایسا غبار آسمان کی طرف اُٹھا جیسے دھواں اُٹھتا ہے۔ اس وقت مَیں نے پھر تیروں سے فال لیا لیکن وہی تیر نکلا جسے مَیں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس پر مَیں نے گھبرا کر آنحضرت ﷺ کے قافلہ کو آواز دی اور پُرامن رہنے کا وعدہ کیا۔ اس پر وہ ٹھہر گئے۔ گھوڑی پر سوار ہو کر مَیں قافلے کے قریب پہنچا۔ جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا، اُس سے مجھے یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ ضرور غالب اور کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ مَیں نے آپؐ کو مکہ کے حالات بتائے اور درخواست کی کہ مجھے امن کی ایک تحریر لکھ دیجئے۔ حضورؐ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا۔ اُس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے تحریر لکھ دی۔ پھر حضورؐ آگے چل پڑے۔

(بخاری۔ باب ھجرۃ النبیﷺ الی المدینۃ)

تو صرف حضرت ابوبکر ہی ساتھ نہیں تھے، غار میں صرف حضرت ابوبکر ساتھ تھے مگر کچھ دوسرے صحابہ بھی تھے جو بعد میں ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ پس ان میں ایک کاتب بھی تھا جس سے پتہ چلتا ہے، یہ خیال کہ صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت رسول اللہ ﷺ ہی مدینہ تک پہنچے ہیں یہ درست نہیں، بہت سے دیگر صحابہ بھی ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہجرت مدینہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم تو پکڑے گئے۔ آپؐ نے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے سراقہ کے شر سے بچنے کی دعا کی جس کی برکت سے اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے بلند آواز سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے مجھے بددعا دی ہے۔ میرے لئے دعا کریں، اب مَیں آپ کو کچھ نہیں کہوں گا بلکہ آپ کے پیچھے جو آپ کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں اُن کو واپس کرنے کی بھی ذمہ داری لیتا ہوں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے دعا کی اور اُس کی مصیبت جاتی رہی۔ واپسی میں سراقہ جس سے بھی ملتے، اُس سے کہتے کہ ادھر کچھ نہیں ہے، یونہی فضول جاؤ گے۔ اور اس طرح اسے واپس کر دیتے۔ غرض اس نے جو عہد کیا تھا، اُسے پورا کر دیا۔

(بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

ایک حدیث ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے نبی کریم ﷺ سے غار کے اندر عرض کی اگر ان لوگوں میں سے کسی نے قدموں کی طرف جھک کر دیکھا تو ضرور ہمیں بھی دیکھ لے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارہ میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "جب انسان کی سرشت میں محبت الٰہی اور موافقت باللہ بخوبی داخل ہو گئی یہاں تک کہ خدا اس کے کان ہو گیا جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو گیا جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو گیا جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو گیا جس سے وہ چلتا ہے تو پھر کوئی ظلم اس میں باقی نہ رہا اور ہر یک خطرہ سے امن میں آ گیا۔ اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ﴾۔ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۴۸-۵۴۹ بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"بعض وقت انسان موجودہ حالت امن پر بھی بے خطر ہو جاتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ امن میں زندگی گزارتا ہوں مگر یہ غلطی ہے۔ کیونکہ یہ تو معلوم نہیں ہے کہ سابقہ زندگی میں کیا ہوا ہے اور کیا کیا بے اعتدالیاں اور کمزوریاں ہو چکی ہیں۔ اس واسطے مومن کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ کبھی بے خوف نہ ہو اور ہر وقت توبہ اور استغفار کرتا رہے کیونکہ استغفار سے انسان گزشتہ بدیوں کے برے نتائج سے بھی خدا کے فضل سے بچ رہتا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ توبہ اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے"۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۸ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۵)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے اگرچہ جماعت کو وعدہ دیا ہے کہ وہ اسے اس بلاء (یعنی طاعون) سے محفوظ رکھے گا مگر اس میں بھی ایک شرط لگی ہوئی ہے کہ ﴿لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ﴾ کہ جو لوگ اپنے ایمانوں کو ظلم سے نہ ملا دیں گے وہ امن میں رہیں گے۔...... ﴿لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ﴾ میں شرک سے یہ

مراد نہیں کہ ہندوؤں کی طرح پتھروں کے بتوں یا اور مخلوقات کو سجدہ کیا بلکہ جو شخص ماسوی اللہ کی طرف مائل ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے حتی کہ دل میں جو منصوبے اور چالاکیاں رکھتا ہے ان پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ بھی شرک ہے"۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۴۳ مورخہ ۱۶/نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۳۳)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

"ماننا پڑتا ہے کہ بعض مومنوں کو بھی طاعون ہو سکتا ہے مگر یاد رہے وہی مومن جو کامل نہیں۔ اسی لئے میرے الہام میں ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے جو ﴿لَمْ یَلْبِسُوْآ اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ﴾ کے مصداق ہیں یعنی اپنے ایمان کے نور میں کسی قسم کی تاریکی شامل نہیں کرتے اور یہ مقام سوائے کاملین کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چھ ہجری میں جب طاعون پڑا ہے تو کوئی مسلمان نہیں مرا"۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں چھ ہجری میں بھی طاعون پڑا تھا۔ "چھ ہجری میں جب طاعون پڑا ہے تو کوئی مسلمان نہیں مرا لیکن جب حضرت عمر کے عہد میں طاعون پڑا تو کئی صحابی بھی شہید ہوئے وجہ یہ کہ کامل مومن ہی ایسی باتوں سے محفوظ رہتے ہیں"۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۴/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

پھر آیت ہے: ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَۃً مِّنْکُمْ وَطَآئِفَۃٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ. یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ. قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ. یُخْفُوْنَ فِیٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ. یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا. قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ. وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ. وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾۔ (آل عمران: ۱۵۵)

پھر اُس نے تم پر غم کے بعد تسکین بخشنے کی خاطر اونگھ اتاری جو تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ رہی تھی۔ جبکہ ایک وہ گروہ تھا کہ جنہیں ان کی جانوں نے فکرمند کر رکھا تھا وہ اللہ کے بارہ میں جاہلیت کے گمانوں کی طرح ناحق گمان کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کیا اہم فیصلوں میں ہمارا بھی کوئی عمل دخل ہے؟ تُو کہہ دے کہ یقیناً فیصلے کا اختیار کلیتہً اللہ ہی کو ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں اگر ہمیں ذرا بھی فیصلے کا اختیار ہوتا تو ہم کبھی یہاں (اس طرح) قتل نہ کئے جاتے۔ کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو تم میں سے وہ جن کا قتل ہونا مقدر ہو چکا ہوتا، ضرور اپنے (پچھاڑ کھا کر) گرنے کی جگہوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اور (یہ اس لئے ہے) تاکہ اللہ اسے کھنگالے جو تمہارے سینوں میں (پوشیدہ) ہے۔ اور تاکہ اسے خوب نتھار دے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

ترمذی کتاب التفسیر۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اُحد کے دن مَیں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُن (یعنی مسلمانوں) میں سے ہر ایک اپنی ڈھال کے نیچے اونگھ کی وجہ سے گویا جھوم رہا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً نُعَاساً﴾۔ (ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اُن لوگوں میں سے تھا جن پر اُحد کے دن اُونگھ چھا گئی تھی یہاں تک کہ میری تلوار بار بار میرے ہاتھ سے گر پڑتی تھی۔ وہ گر پڑتی تھی، مَیں اٹھا لیتا تھا۔ وہ پھر گر پڑتی تھی، مَیں پھر اُٹھا لیتا تھا۔ (بخاری۔ کتاب تفسیر القرآن)

مومن کا ایک معنی ہے وعدے پورے کرنے والا۔ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَۃٍ یُکَبِّرُ عَلٰی کُلِّ شَرْفٍ مِنَ الْاَرْضِ ثَلَاثَ تَکْبِیْرَاتٍ ثُمَّ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سٰجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ (بخاری کتاب الحج)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو ہر اونچی جگہ پر پہنچ کر تین بار اللہ اکبر کہتے ہوئے فرماتے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کے لئے ہے وہی سب تعریفوں کا مستحق ہے اور وہ ہر چاہی ہوئی چیز پر قادر ہے۔ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے، اس کے حضور توبہ کرنے والے، اس کی عبادت کرنے والے، اس کو سجدہ کرنے والے، اس کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی، اسی نے اکیلے ہی سب گروہوں کو شکست دی۔

مسند احمد بن حنبل میں یہ حدیث ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ بدر کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہوئے (اس گڑھے کے اندر کفار مکہ کی لاشیں پڑی تھیں) اور (انہیں مخاطب کر کے) فرمایا: کیا تم نے وہ بات سچ پائی جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یقیناً یہ میری اِس بات کو جو مَیں اِن سے کہہ رہا ہوں، سُن رہے ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو یقیناً سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: یقیناً اِن (مُردوں) کو اب معلوم ہو گیا ہے کہ مَیں جو اُن سے کہا کرتا تھا، وہی حق ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، باقی مسند المکثرین)

سنن النسائی میں یہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلے اور اُس کے نکلنے کا باعث صرف اُس کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا اور اُس کے رسولوں کی تصدیق کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے یہ ضمانت دیتا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ یا پھر اُسے ثواب اور غنیمت کے ساتھ اُسے اُس کے گھر واپس لوٹا دے گا جہاں سے وہ نکلا تھا۔ (سنن النسائی۔ کتاب الایمان)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جنگوں میں بھی اور عام طور پر بھی دیکھا گیا ہے کہ بیٹھے بیٹھے دل کو غیر معلوم وجہ سے خوشی یا غم پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی دن یا تو خوشی کی خبر آتی ہے یا غم کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو آئندہ واقعات سے ایک تعلق ہے۔ اسی قانون کے ماتحت فوجی آدمی کو نیند آ جائے تو یہ اس بات کی فال سمجھی جاتی ہے کہ ضرور ہماری فتح ہو گی۔ گویا اس طرز پر رُوح کو اللہ تعالیٰ ایک باریک علم عطا کرتا ہے۔ اسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً پانی پر کفار کا تسلّط تھا۔ اس پانی کی تکلیف کے رفع کو بطور احسان فرمایا۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۳۰/ستمبر ۱۹۰۹ء)

﴿ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً یَّاْتِیْھَا رِزْقُھَا رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ﴾ (النحل: ۱۱۳)

اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو بڑی پُرامن اور مطمئن تھی۔ اس کے پاس ہر طرف سے اس کا رزق بافراغت آتا تھا پھر اُس (کے مکینوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا ان کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ﴿ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً﴾ خود مکہ ہی سمجھ لو جس میں ہر طرح امن و اطمینان تھا۔ چنانچہ عورت جب اپنے خاوند سے کچھ پاتی تو کہتی "زَوْجِیْ کَلَیْلِ تِھَامَۃَ لَا مَخَافَۃَ وَلَا سَامَۃَ وَلَا حَرَّ وَلَا قَرَّ" یعنی میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح پُرسکون ہے۔ نہ خوف نہ تنگی۔ نہ گرمی کی شدت نہ سردی کی۔ "مِنْ کُلِّ مَکَانٍ ادھر شام ادھر افریقہ تک سے تجارت کرتے پھر بیوپاری لوگ آتے تو وہ روپیہ لاتے، حکومت کا معاوضہ الگ ملتا۔ فَکَفَرَتْ ایک جگہ فرمایا ﴿بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ یہ آیت اس کی تفصیل فرماتی ہے۔ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ، مشرکین نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی وہ دکھ دئے تھے تو ایک توان کو بھوکا رکھا۔ چنانچہ وہ غلہ خرید لیتے قبل اس کے کہ پھر شعب بن ابی ہاشم تک پہنچے۔ اس کی سزا میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہڈیاں اور چمڑے تک کھانے پڑے۔ خوف مشرکین کی طرف سے یہاں تک پہنچایا

یاکہ رسول کریم ﷺ کو بھی وہ شہر چھوڑ کر جانا پڑا جس کی عقوبت میں ان پر جنگ کی سزا وارد ہوئی"۔

(حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۵۱۴۔۵۱۵)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات بیان کرتا ہوں۔

یہ ۱۸۸۳ء کا الہام ہے۔سَلَامٌ عَلَيْكَ يَآ اِبْرَاهِيْمُ .اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ. ذُوْ عَقْلٍ مَّتِيْنٍ. حِبُّ اللّٰهِ خَلِيْلُ اللّٰهِ اَسَدُاللّٰهِ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ. مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى. اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ. اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ سُهُوْلَةً فِيْ كُلِّ اَمْرٍ. بَيْتُ الفِكْرِ وَ بَيْتُ الذِكْرِ. وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔

تیرے پر سلام ہے اے ابراہیم! تُو آج ہمارے نزدیک صاحبِ مرتبہ اور امانت دار اور ذوی العقل ہے۔اور دوست خدا ہے۔ خلیل اللہ ہے۔اسد اللہ ہے اور محمد (ﷺ) پر درود بھیج۔یعنی یہ اسی نبی کریم کی متابعت کا نتیجہ ہے۔

اور بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے۔کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی؟ کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد تعبّد و صحت نیت و حسن ایمان داخل ہوگا، وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اُس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔یعنی مسجد مبارک"۔

(براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۵۵۷تا ۵۵۹۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴)

منن الرحمٰن میں صفحہ ۲۰ پر یہ الہام درج ہے۔"اَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّ الدِّيْنَ هُوَ الْاِسْلَامُ وَ اَنَّ الرَّسُوْلَ هُوَ الْمُصْطَفَى السَّيِّدُ الْاِمَامُ. رَسُوْلٌ اُمِّيٌّ اَمِيْنٌ. فَكَمَآ اَنَّ رَبَّنَآ اَحَدٌ يَّسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ وَحْدَهٗ فَكَذٰلِكَ رَسُوْلُنَا الْمُطَاعُ وَاحِدٌ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَلَاشَرِيْكَ مَعَهٗ وَ اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ.

(خدا تعالیٰ نے) مجھے الہام کیا کہ دین اللہ اسلام ہی ہے۔اور سچا رسول مصطفیٰ ﷺ سردار امام ہے جو رسول اُمّی امین ہے۔پس جیسا کہ عبادت صرف خدا کے لئے مسلّم ہے اور وہ واحد لاشریک ہے اسی طرح ہمارا رسول اس بات میں واحد ہے کہ اس کی پیروی کی جاوے اور اس بات میں واحد ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔"(منن الرحمن۔ صفحہ ۲۰)

پھر ۱۹۰۰ء کا ایک الہام ہے:"فَادْخُلُوْا الْجَنَّةَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ. سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا اٰمِنِيْنَ. خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔"

ترجمہ عربی:اور خدا کے فضل سے تُو بہشت میں داخل ہوگا۔سلامتی کے ساتھ پاکیزگی کے ساتھ امن کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔(تذکرہ صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ ۱۹۶۹ء ربوہ)

۱۹۰۲ء عیسوی کا الہام ہے:"ایک اردو الہام بھی تھا۔ مگر وہ بہت لمبا تھا، یاد نہیں رہا"۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر ہے۔"اس کا خلاصہ اور مغز یاد رہا ہے کہ ایمان کے ساتھ نجات ہے۔(الحکم۔ جلد اوّل۔ نمبر ۱۔ بتاریخ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ صفحہ ۱۰)